موجِ مضطر
پروفیسر عائشہ مستور
میزان پبلشرز

موجِ مضطر

پروفیسر عائشہ مستوؔر

میزان پبلشرز بٹہ مالو سرینگر

ISBN-978-93-80691-97-7

کتاب کا نام:۔ موجِ مضطر

مصنفہ:۔ پروفیسر عائشہ مستورؔ

سن اشاعت:۔ 2015

قیمت:۔ ایک سو بیس روپیہ

کمپوزنگ:۔ نزہت خان

زیر اہتمام:۔ بک پرموشن ٹرسٹ

ناشر

میزان پبلشرز

ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا
تڑپ جا پیچ کھا کھا کر بدل جا
نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج
اچھل کر جس طرف چاہے نکل جا
(اقبال)

بِاسمہٖ تعالیٰ

تقریظ

گذشتہ مہینے میرے ایک قریبی ادب نواز دوست (سابق ڈی۔جی۔ایم، جے۔کے بینک) جناب محمد الطاف بٹ صاحب ایک مختصر سی شعری بیاض لے کر آئے اور اس پر ایک تاثر قلمبند کرنے اور اسے کمپوزنگ کرا کے کتابچے کی شکل میں ڈھالنے کی فرمائش کی۔ الطاف صاحب سے قلبی وابستگی کے سبب حرفِ انکار ممکن نہیں تھا، چنانچہ یہ شعری مجموعہ ریاست کی ایک قدر آور، کہنہ مشق اور قابل احترام خاتون محترمہ پروفیسر عائشہ مستور کا منظوم کلام تھا، جس کی شروعات حمدِ باری سے ہوئی ہے اور یہ ''حمد'' قرآنِ پاک کی ایک آیت کا منظوم ترجمہ ہے، جس میں اللہ کی ذات کو نور کے ایک فانوس سے تشبیہہ دی گئی، جو فانوس ایک طاقچے میں زیتون کے تیل سے روشن ہے۔ شعری مجموعہ میں حمدِ باری کے بعد ایک عمدہ نعتِ رسولِ مقبولؐ بھی شامل ہے، جس میں شاعرہ مستوؔر نے سرورِ کائنات ؐ کو مقصدِ تخلیقِ کونین قرار دیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد محترمہ عائشہ صاحبہ نے انتہائی لطیف شعری و فکری تلازمات سے کام لیکر جذبات و احساسات کی ایک وسیع و بسیط دنیا چند نظموں کے اندر سمونے

اور سجانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وارڈس ورتھ نے ''شاعری کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ قوی جذبات کے بہاو اور تسلسل کی روانی کا نام ہے'' اس کا بڑی حد تک مظاہرہ چھوٹی نظموں میں عائشہ جی نے کیا ہے اور جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے اور اپنے گرد و پیش میں قدروں کی شکست و ریخت کا جو منظر نامہ ان کے سامنے ہے اس کا اظہار شعر و سخن کے زیر و بم میں محترمہ عائشہ جی کے یہاں ظاہر و باہر ہے۔

توقع ہے کہ سخن فہموں اور ادب نوازوں کے لیے یہ مختصر شعری مجموعہ پر کشش ثابت ہوگا اور یقیناً پذیرائی بھی حاصل کرے گا۔

پروفیسر بشیر احمد نحوی
ڈین فیکلٹی آف آرٹس، کشمیر یونیورسٹی

کچھ تاثرات

اللہ تعالی نے میرے حق میں احساسِ جمال کی ودیعت میں فیاضی سے کام لیا ہے۔ خوبصورت چیزیں دیکھنا، خوبصورت جملے یا شعر سننا میرے دل کو فرحت بخشتے تھے۔ آوائیل عمر سے ہی گاتی پھرتی تھی۔ مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد آتا ہے جب کہ میں صرف تین سال کی تھی اپنے آنگن میں کنوے کے منڈھیر پر بیٹھ کر ایک چھوٹی سی ڈفلی لئے اس وقت کا مشہور کشمیری گانا گاتی تھی۔ جب ہوش سنبھالا تو ماں یا دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ شادی بیاہوں میں آنا جانا ہوا۔ میں وہاں محض گانا سننے کی غرض سے جاتی تھی۔ دیر میں رات کے وقت ڈف بجنے سے میری نیند اچٹ جاتی تھی اور میں پوری رات گانا سننے میں گذارتی تھی۔

بچپن سے ہی زندگی کے اتار چڑھاو دیکھے۔ پوری زندگی ھیجان وانتشار سے بھری پڑی ہے۔ باہر ماحول پر نظر ڈالی تو سیاسی خلجان اندر گھر میں انتشار کا بحران۔ والد کا ایک جگہ رہنا اور والدہ کا دوسری جگہ رہنا میرے لئے حصوصِ ملال تھا۔ چونکہ طبیعت پڑھنے کی طرف مائیل تھی۔ اسلیئے ماں کے سایہ میں مطالعہ جاری رکھا۔ گریجویشن کے بعد تین بڑی قدآور ادبی ہستیوں سے فیضیاب ہوئی جس سے میری ادبی زندگی میں ایک انقلاب سا آیا۔ وہ تین شخصیتیں تھیں، جناب اسداللہ کاملی، جناب امین کامل، جناب شمس الدین

اور سجانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وارڈس ورتھ نے ''شاعری کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ قوی جذبات کے بہاو اور تسلسل کی روانی کا نام ہے'' اس کا بڑی حد تک مظاہرہ چھوٹی نظموں میں عائشہ جی نے کیا ہے اور جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے اور اپنے گرد و پیش میں قدروں کی شکست و ریخت کا جو منظر نامہ ان کے سامنے ہے اس کا اظہار شعر و سخن کے زیر و بم میں محترمہ عائشہ جی کے یہاں ظاہر و باہر ہے۔

توقع ہے کہ سخن فہموں اور ادب نوازوں کے لیے یہ مختصر شعری مجموعہ پُرکشش ثابت ہوگا اور یقیناً پذیرائی بھی حاصل کرے گا۔

پروفیسر بشیر احمد نحوی
ڈین فیکلٹی آف آرٹس، کشمیر یونیورسٹی

کچھ تاثرات

اللہ تعالی نے میرے حق میں احساسِ جمال کی ودیعت میں فیاضی سے کام لیا ہے۔ خوبصورت چیزیں دیکھنا، خوبصورت جملے یا شعر سننا میرے دل کو فرصت بخشتے تھے۔ آوائیل عمر سے ہی گاتی پھرتی تھی۔ مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد آتا ہے جب کہ میں صرف تین سال کی تھی اپنے آنگن میں کنوے کے منڈھیر پر بیٹھ کر ایک چھوٹی سی ڈفلی لئے اس وقت کا مشہور کشمیری گانا گاتی تھی۔ جب ہوش سنبھالا تو ماں یا دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ شادی بیاہوں میں آنا جانا ہوا۔ میں وہاں محض گانا سننے کی غرض سے جاتی تھی۔ دیر میں رات کے وقت ڈف بجنے سے میری نیند اچٹ جاتی تھی اور میں پوری رات گانا سننے میں گذارتی تھی۔

بچپن سے ہی زندگی کے اتار چڑھاو دیکھے۔ پوری زندگی ھیجان وانتشار سے بھری پڑی ہے۔ باہر ماحول پر نظر ڈالی تو سیاسی خلجان اندر گھر میں انتشار کا بحران۔ والد کا ایک جگہ رہنا اور والدہ کا دوسری جگہ رہنا میرے لئے حصوصِ ملال تھا۔ چونکہ طبیعت پڑھنے کی طرف مائیل تھی۔ اسلئے ماں کے سایہ میں مطالعہ جاری رکھا۔ گریجویشن کے بعد تین بڑی قد آور ادبی ہستیوں سے فیضیاب ہوئی جس سے میری ادبی زندگی میں ایک انقلاب سا آیا۔ وہ تین شخصیتیں تھیں، جناب اسد اللہ کاملی، جناب امین کامل، جناب شمس الدین

حیرت کاملی۔ جناب اسداللہ کاملی صاحب مطالعہ آگے جاری رکھنے کی سعی میں ممد و مدد گار رہے جبکہ امین کامل صاحب نے شاعری کے رجحان کو ابھارا۔ جناب حیرت کاملی صاحب علم موسیقی میں رہبری کرتے رہے۔ درین اثنا میں کالج میں بحثیت لیکچرار متعین ہوئی۔ مختلف کالجوں میں درس دیتی رہی۔ ساتھ ہی کالج کے ادبی میگذینوں کا ایڈیٹر ہو کر اور باہر کے ادبی رسالوں میں اپنا کلام چھپوا کر دل کی پوری بھڑاس نکالی۔ لیکن بیاہ کے بندنوں میں جُٹ جانے کے بعد علمِ موسیقی کا مشغلہ صرف شعر کہنے اور گانا سننے تک ہی محدود رہا۔ اس طرح میں ایک مغنیٰ نہ بنی، بلکہ ایک شاعرہ۔

حمد

کمرے کے طاق پر اِک فانوس ہے

فانوس کیا ہے؟

اِک چمکیلا تارا

فانوس میں اک چراغ ہے جو

صاف وشفاف

زیتون کے تیل سے روشن ہے

اور ہر دم بھڑکتا رہتا ہے

آگ لگائے بغیر

OOO

''نور'' علیٰ نور''

آیت قرآنی

اور حقیقتِ ربّانی

میں ذرہ ہوں، تو نور کا منبع

ذرے سے تیری مداح سرائی

کیا ہوگی؟

نعت

میں آئی آپ کے در پر　　کرم کر یا رسول اللہ
فدا ہو تجھ پہ میرا سر　　کرم کر یا رسول اللہ
ضعیف و ناتواں ہوں میں　　مریض و مضطرب ہوں میں
میں ہوں مسطرِ بستر　　کرم کر یا رسول اللہ
جہالت میں گری ہوں میں　　مئے عشق خدا دانی
پلا مجھکو میرے سرور　　کرم کر یا رسول اللہ
رہوں کاہے کو لاچارہ　　پھروں کا ہے کو آوارہ
کہ تجھ سا ہے میرا رہبر　　کرم کر یا رسول اللہ
عنایت سے ، مراعت سے　　مرا سر خم ترے آگے
نبی مرسل نبی برتر　　کرم کر یا رسول اللہ
مرے رہبر تری خاطر　　ہوئی پیدا یہ دنیا سب
زمیں افلاک مہہ و اختر　　کرم کر یا رسول اللہ

نظم

میں کہتی ہوں

میرے ساتھی نہ بنو

میں ایک شیر خوار بچے کی طرح دودھ کے بدلے زہر اگل رہی ہوں

اور اسکے اثر سے سایہ دار پیڑ کے، گل تر مرجھا رہے ہیں

پھول مسکرا رہے ہیں

گل تر مُرجھا رہے ہیں

مگر سایہ دار پیڑ اپنا سایہ کیئے جا رہا ہے

میں کہتی ہوں

میرے ساتھی نہ بنو تم

نظم

پہلے ایسا ہوتا تھا
جگہیں خالی ہوتی تھیں
فصلِ گل کی آمد پر
دائیں بائیں لالہ و گل
دھکتے آگ بن جاتے تھے
باغوں راغوں رمنوں میں
بوٹہائے گل کھل جاتے تھے
جن پر ماہوش پریوں کے
صد ہا گماں ہو جاتے تھے
کہیں کہیں شہر کے بیچ
کھلتے یاسمن زاروں میں
خوش در دانے گرتے تھے
جاگہ جاگہ تکیوں میں

سنبلستان رنگ بھرتے تھے

بادام کے باغوں میں

طوطوں کی ڈاریں ہوتی تھیں

نوع نوع کے پرندے

باغوں میں دِکھتے نہیں

دور دور تک رنگ برنگے

شوق سے کھیت لہلاتے تھے

جن کی سرشادابیوں سے

آنکھیں نور پاتی تھیں

شہر چھوڑ کر گاؤں میں

سڑکوں کے جوانب میں

باغ پھلوں کے ہوتے تھے

جن کے پکے میوے دیکھ کر

منہ میں پانی آتا تھا

ooo

نظم

دریاؤں کی سیر ہی کیا
بید زاروں کو کاٹ کر
کنارے اُن کے ننگے ہوئے
جھیل کی طرف جائیں کیا
خس و خاشاک سے بھر گیا
بیچ میں ہیں مکان کھڑے ہوئے
لال بازار کے لالوں کے
مسکین باغ کے یوسمن کے
کس سے پوچھے کیا ہوئے
کوہساروں کے دامن میں
رنگین جھاڑیاں کہیں نہیں
پہلے جدھر جاتے تھے
گل بدامن ہوتے تھے
اب جہاں بھی جاتے ہیں
مکاں کو ہی پاتے ہیں

نظم

صداقت یہ تھی

زرد رنگ میرا من پسند نہ تھا

باوجود اسکے

یہ بسنت بہار کی مانند ہر سو پھیلا ہوا ہے

مدقوق زرد چہرے دیکھے میں نے

خلوصِ دل کا یرقان کب کا

میرے باغیچے میں

زرد پھول کھلے ہوئے ہیں

وارڈروب اپنا کھول کے دیکھا

زرد رنگ کے کلھم شیٹ

اسکے اندر موجود تھے

ان زرد کپڑوں کو جلانے کے کام لاؤ

باغ کے زرد پھولوں کو جڑ سے اکھاڑو

ورنہ میری وحشت میں اضافہ ہوگا

اصلی میرا دل خواہ رنگ تھا سرخ

سرخ جیسے عقیق یمن

لیکن اب کوئی رنگ گوارا نہیں

''بے رنگ'' نے رنگ دکھا کر بدذوق کر دیا

نظم

گھر جل رہا ہے
گھر کا مالک کاہے کو بھاگے
واں تو ہزاروں اشیا سارے
جن میں کچھ تو جان سے پیارے
جلنا اُن کا دیکھا نہ گیا
عشق کو آگ میں کودنا پڑا
بھیانک شعلوں نے گھیر لیا وہ
گوشت کا لوتھڑا جل گیا وہ
جتن دیرآنکھوں میں دم ہے
وہ ٹکٹکی باندھتی رہیں
گھر جل گیا
وہ جل گیا
''آنکھوں میں دم تو ہے''

نظم

جب آگے جانے کی راہ نہ ملے تو کیا ہوگا
پہاڑ جیسے اونچے بند اور کنار پھاندتا جائیگا
سنگلاخ چٹانوں کے دل چیر کر اپنا راستہ بنائیگا
آخر کچھ تو کرنا ہی ہوگا
یہ پانی کی طبیعت ہے
خاصیت ہے نالے کی
جب بند اور کناروں کی اونچی دیواریں گر جائینگی
اور سنگلاخ چٹانوں کے دل چیر جائیں گے
تو میری کشتی ڈوبتی لاش کی طرح کہیں دور بہہ جائیگی
اے میری کشتی!
وائے میری کشتی!

نظم

(سانحہ)

راہ کے نکڑ پر
روز ایک سانحہ ہوتا تھا
ٹھوکر سے گڑھوں کے ڈھکن اُٹھ جاتے تھے
ان میں کالا دھواں اور بھیانک شعلے
باہر لپک کر
مجھ سے
بے بسی کے عالم میں
لپٹ جاتے تھے
روز کے اس جھنجھٹ سے بچنے کیلئے
میں نے دوسری راہ اختیار کی
جہاں کالا دھواں ہے نہ بھیانک شعلے
بالم کی تصویر ہے نہ سوکن کا جلاپا
پس اک مشین ہی مشین ہے

نظم

(بہار)

عطر بیز ہوا نے رخ زیبا سے دیبا کا نقاب اُٹھا دیا
صبح بہار نے اپنا حسین جلوہ عام کیا
آنگن آنگن بہار در آئی
چمن چمن کلیاں چٹکنے لگیں
اور بھنورے گنگنانے لگے

•

سارا عالم، مُتبسم ہوا
پرندوں کی نغمہ سرائی نے رنگین فضا کو مدہوش کیا
جھیل آئینے بنے، کوہسار منعکس ہوئے
جھرنے وادیوں میں ساز بکھیرنے لگے

آنگن آنگن بہار در آئی
نرگس نے چشمِ مستانہ کھولیں

سنبل کے بالوں میں کنگھی ہوئی

گل یاسمن دل آشفتہ لے گیا

باغ وراغ شعلہ بار ہوئے

گاؤں گاؤں سبزہ بچھ گیا

شہر شہر نکھر گیا

دیکھتے دیکھتے عالم کا رنگ متغیر ہوا

○○○

نظم

آج

پھر میرا دل

تیرے ملنے کیلئے

بے تاب ہوا

لیکن وہ دکھ، وہ زخم

وہ تیری نفرتوں کے تیروں کے گھاؤ

جو مجھے تیرے ہر ملنے پر ملتے رہے

وقت کے مرہم کار ہاتھوں

مندمل نہ ہو سکے

بلکہ

جلتے ہوئے ناسور بنے

جن کو یہاں کہیں شناخت نہ ملی

اسلئے

اپنا سینہ نئے زخموں سے بھرنے کیلئے

ہمارا اگلا ملنا

ممکن نہ ہو سکا

نظم

وہ چھوٹے بڑے زخم

جو مجھے تیرے ہر ملنے پر ملتے ہی رہے

وہ تیری نفرتوں کے نیزوں کے گھاؤ

جو رستے ہوئے ناسور بنے

آخرکار

وقت کے مرہم سے

بھر ہی گئے

لیکن

اب کے بار

میرے دل پر ایک ایسا زخم لگا

کہ سارا دل میرا اک بڑا سا گھاؤ بنا

جسمیں اس گھاؤ کے سوا

کوئی احساس نہ رہا

لہٰذا

ہمارا ملنا

یا نہ ملنا

میرے لئے ایک ہی بات ہے

ایک شام

حمرتِ شفق زائل ہوئی

سارے جہاں کا رنگ سرمئی ہوا

فلک سُرمئی

فضا سُرمئی

زمین سرمئی

پھولوں نے مسکانا بند کیا

سبزہ پر ایک سیاہ جال چڑھا

درختوں نے سیاہ جامے اُوڑھ لئے

در و بام کی دمق مدھم پڑ گئی

سرمئی فضا میں

سرمئی پرندے اچانک نمودار ہوئے

کچھ دیر تک ٹانڈو ناچ دکھا کر غائب ہوئے

قدرت بڑی فن کار ہے

یہ دنیا اسکا شہکار ہے

نظم

مانوس شہر میں مانوس راہ پر
میں بہت دیر تک لڑکھڑاتی رہی
آ مر دل کو سمجھاتی رہی
جاؤں کہاں میں
میرا آشیانہ جل گیا کب کا
سڑکوں کے قمقمے مجھے تکتے رہے
میں انہیں تکتی رہی
''اس آوارہ جہاں میں
کتنی آوارہ ہوں میں''

پیراہن

میرا پیراہن جا بجا چاک چاک
اسکے رفو کی خاطر میں بہت دور جانکلی
صحرا میں ہر طرف خارزار تھے
اور میرا پیراہن تار تار ہو گیا
کانٹوں کی زبانیں خون سے ملوث تھیں
ان کو دھونے کی خاطر میں نے شبنمی آنسوں
کے دریا بہائے
مگر نتیجہ ندارد
میرا پیراہن تار تار ہے
یہ تار شدہ پیراہن ایک کونے میں ڈھیر ہے
اب اسے سینے کی خواہش کسے!
میرا پیراہن جا بجا چاک تھا
اس کے رفو کی خاطر میں بہت دور جانکلی
اب اسے سینے کی خواہش کسے!

نظم

دِل آزردہ

کیوں تیری اداس شاموں کے رنگ پھیکے ہیں

کون بتلائے

کس کو فرصت

اسپتال ہے

یا قید خانہ

کیوں شب و روز شورِ سلاسل تواتر سے تیرتا ہے

دل آشفتہ

موسم عشق میں اُگیں کیا فصلیں

ملیں خنجر

تیر و نشتر

گل ہائے رعنا لے کے گھر گھر پہ دستک دیتی ہوں

دل افسردہ

جب سلون ابدی سبدِ گل کا تحفہ بھیجے گا
میں تیری اُداس شاموں کی مانگیں
شفق رنگ سے بھرلوں گی

نظم

ہجر کے بھیانک شعلوں نے کیا کچھ نہ کیا

التہاب نے بھسم کر دیا

راکھ کا ڈھیر اُتھل پتھل کر دیا

بس اک چنگاری سی نمودار ہوئی

چنگاری بھڑکی

راکھ کا ڈھیر

چشمِ زدن میں الاؤ بنا

الاؤ کا قوسِ قزح

رنگین نگینوں سے مُرصع ہوا

رنگین نگ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں

اور وہ درد و جلن سے تلملا رہی ہے

بپتا نہ ہوئی

اک نظارہ ہوا

بھیانک شعلوں نے یہ کیا کیا

التہاب نے بھسم کر دیا

نظم

فصل گل کی آمد پر
راگ و رنگ کے موسم میں
باغوں راغوں رمنوں سے
میں چن لے گئی
خلش کے پھول

....

پت جھڑ کے موسم میں
در در کی ٹھوکریں کھا کر
گلیوں کوچوں سڑکوں پر
میں چننے نکلی
خزاں کے پھول

....

شبِ دیجور اور ہم
صبح دم، دردِ دل
چن لوں اب
کون سے پھول

نظم

ملن ہوئی منجدھار میں

میں نے دل میں سوچا تھا

نیّا للگیگی پار یارو

نیّا للگیگی پار یارو

نیا للگیگی پار

ہنستے ہنستے بالم بولے

دیکھتے دیکھتے ہونگے پار

نیا ڈوبی بچھڑے بالم

پھر کچھ نہ لگا ہاتھ

نظم

''مالک ومختار رہو تم

جبر واستبداد ہو تم''

لیکے الزام پھرتے ہو

وادی وکوہسار میں

نفسا نفس کا عالم

راہ چلتے ہم سب راہ گیر

بھیگے جنگلوں میں گھر کہرام

گھر ہیں مرقد، در سنسان

سانپ سنپولے درندے دد

دل دہلانے والے سب

....

ہمہ کوہسار معشوقان

پرزلفیں و پردیدہ

رخشاں رقصاں آبشاراں

مشجر جھیل میں سیم وزر

ناظورہ ناز، خوش رفتار

نقش قدم ارم ارم

بھاگنے والو دیکھو سب

دل سے دور ہووے تب

....

نازلہ کونسا ہووے کب

بم پھٹے زمین دھنسیں

آگ لگے سیلاب چڑھے

موت پڑیں تختے پر

زردی میں لپٹی ہوئی

دریچہ

دل ہے کتنا بڑا

جگر بھی کونسا سدید

زخموں پر رفو لگے

تہوں پر تہیں جمیں

اے زمانہ بس بھی کر

ذرا سا انصاف کر

کاش میرے سینے میں

ایک دریچہ ہوتا

میں دریچہ کھول کر تجھکو دکھا دیتی

تیر و تفنگ

نیزہ و نشتر

لیکر کیا کرو گے تم

میرے دل میں اب کہیں سر مو جگہ نہیں

میری فقط ہے آرزو

''کاش میرے سینے میں

اک دریچہ ہوتا''

نظم

(برات)

دور سے کوئی شہزادہ
دیکھنے آیا باغِ بہار
قدرآور تھا، قدِ شمشاد
راشینۂ رشیق تھا
سماء سے اترا ہوا چاند
الجھا اسکی شاخوں میں
شہر آرزو کی دیوالی
جگمگ خوابوں کے محلوں کی
گونج اٹھیں شہنائیاں
رقصاں سارا عالم تھا
لیکر عروسِ نو بہار - لوٹ چلی پردیس برات

نظم

باغ میں بلبل کا اک بچہ دیکھا ہے
اس کو نازوں سے پالا ہے
دانے داے سے نوازا ہے
خُم پہ خُم لُنڈھائے ہیں
عشق سے بھرپور دل نچھاور کردیا ہے
عشق اللہ ہے
عشق حقیقت ہے
جس دل میں عشق نہ ہو، وہ دل بھیمانہ ہے
عشق کی چنگاری دل کے تہہ خانوں میں
بھڑک کر جسم کو بھسم کردیتی ہے
کتنے صورت گر پیدا ہوتے ہیں
کتنے قلم کار ظاہر ہوتے ہیں
نقش دلبر سنگ پر تراشتے ہیں
رقص وسرور کی محفلیں گرم رہتی ہیں

یہ سب عشق کی کارفرمائیاں ہیں

اس کی ہر ادا پر دل قربان کرتی آئی ہوں

اس کو میں نے پالا پوسا ہے

دانے دانے سے نواز ہے

بلبل کے بچے کی ماں آئی.

میرے جگر کے ٹکڑوں کو اپنی چونچ سے

تہس نہس کر کے

ایک ٹکڑا لیکر بھاگی

اور میں اس ٹکڑے کی تلاش میں کہیں دور جانکلی

میں نے اس کو پالا پوسا ہے

دانے دانے سے نوازا ہے

نظم

نیلی جھیل

اتھاہ گہرائی

آنکھ ناگن کی

ناگن کی آنکھ میں جھانکا میں نے

ناگن کی آنکھ میں سرشاری ہے

محبت کی فراوانی ہے

ناگ کو میں نے پیار سے پالا پوسا ہے

چھاتی سے شیر پلایا ہے

ہر آفت سے بچا کے لائی ہوں

اپنے دل میں چھپا کے آئی ہوں

ناگن بین بجا کر

اشاروں پر نچاتی ہے مجھکو

میں خموشاں خموشاں

محوِ رقصاں ہو جاتی ہوں

ناگ بھی قدم سے قدم ملاتا ہے

ہم دونوں ناچتے جاتے ہیں

جب ہم دونوں

ناچتے ناچتے تھک جاتے ہیں

ناگن کی آنکھ میں رات گذارتے ہیں

ناگن کی آنکھ میں سرشاری ہے

محبت کی فراوانی ہے

ناگن کی آنکھ!

نظم

خنجر کی تلاش میں سرِ بازار
سرگرداں ہوں
خنجر لیکر
سینہ چیر کر
دل اپنا
باہر نکال لیتی ہوں
دل نچوڑ کر
اک قطرہ ہاتھ آتا ہے
سوال کرتی ہوں قطرے سے
تو کیا ہے؟
جواب دیتا ہے قطرہ
میں ماں ہوں

نظم

سرخوش ماں جی بس میں چڑھ کر
سیٹ پر بیٹھی
گل مسرت کے چن رہی ہے
دل میں دعائیں دے رہی ہے
الحمداللہ، سبحان اللہ
ماشاءاللہ حق سرہ، چشم بددور
اک اور بڑھیا ٹیڑھی میڑھی
خوش لباس برقع پوش
ہاتھ پھیلائے بس میں آئی
جھولی بھردی

جام پلایا
پی کر سوچا میں نے
''بے سہارا ہوگی

ٹھکرائی گئی ہوگی

یالت ہے طلبگاری کا
کوئی نہ کوئی بات تو ہوگی"

لیکن

"الید علیا خیرٌ من یدِ سعلیٰ"

نظم

اجنبی شہر میں

اجنبی راہ پر

اجنبی سے میری

ملاقات ہوگئی

نہ اُس نے کہا کچھ

نہ میں نے کہا کچھ

بس عالمی زبان میں

ملاقات ہوگئی

جب جب التقا ہوجاتی تھی

سرخوشی حد سے گذر جاتی تھی

ایک دن ایسا اتفاق ہوا

اپنے ہی شہر میں ہم ملاقی ہوئے

سارا عالم جگمگانے لگا

نور کی مشعل یوں گانے لگی

''بختم بیدار شد بختم بیدار شد

ملاقات شد ملاقات شد''

نظم

یا اللہ مریض کو

تو ترنت شفا تو دے

میں درد ستان میں حد سے زیادہ گبھرا گئی

درد تھا کہ بس

عذابِ قبر سے سوا

سیلاب تھا کہ اپنے ساتھ

سب کچھ بہا کر لے گیا

دل کی عمارت کو تو دیکھو

پورے طور سے ڈھ گئی

پورے طور سے ڈھ گئی

پھر فصل گل آیا

اندر باہر بہار آئی

''عنادل نے مچائی دھوم

سرگرم فغاں ہو کر''

اکیلی

کمرے میں اکیلی ہوں

سامنے ڈھیر سا کتابوں کا

پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہوں

کتابوں کی تصویریں تکتی ہوں

اُن سے باتیں کرتی ہوں

اور اپنا دل بہلاتی ہوں

کلی

اک کلی
چٹخی
چٹخی
خارزار میں
مرمریں مسکاں
حسین تبسم
گل زار بنایا
خارزار کو

کلی پھول بنی
پھول مسکرانے لگا
مرجھا جانے لگا
برگ ریز ہونے لگا
مگر

تخم

نوکِ تیغ کی طرح کھڑا

گرا زمین پر

زمین سے بوٹہ گل اُگا

یہ سلسلہ جاری ہے

جب تک دنیا قایم ہے

کلی

چٹخی [1]

[1] ذرا مسکرائی اور چلی گئی

غربال

دشنام دشمنوں کے

طعنے اپنوں کے

فضیحت کے دریا

دردوغم جہاں کے

سارے سمودے دِل غربال میں

غربال

پانی کو روک نہ سکا

چھن کر نکلا

اور گرا حلقِ زبان پر

زنِ سیاہ پوش

میں آرزوں کی لاشوں کو
دفنا کر
ان کو مٹی دے کر آئی ہوں
اور مقفل ارمانوں کے
کنج تنہائی میں
ماتم کی لے پر گاتی ناچتی ہوں
اس ماتم کدہ میں
میں اکیلی نہیں ہوں
ساری دنیا ماتم کناں ہے
زنِ شیاہ پوش

نظم

اک خارش زدہ بیمار کتیا

نفرت زدہ سایہ جسکا

چھپتے چھپتے گھومتی پھرتی ہے

اس دور افتادہ گوشے کی تلاش میں

جہاں وہ جانِ امانت لٹانے کیلیۓ

کچھ دیر کیلیۓ

آرام سے تولیٹ جائیگی

نظم

(بدبو)

گھٹن ہے کمرے میں

کھڑکی کھول

بدبو آئی

ہر سو پھیلی

اوپر نیچے

اندر باہر

○○○

جنگل جنگل

بستی بستی

شہر شہر

منظر منظر

خوشبو ہے کہاں

جو سونگھا جائے جہاں

بدبو ہی بدبو

پھیلی ہے چار سو

نظم

(نیند)

نیند کی باہوں میں لپٹ کر سوئی ہوں

میٹھی نیند

نیند پر بھروسہ کیا

نیند موت کا دوسرا نام

مردہ بدستِ زندہ

نیند اٹھا کر لے گی اپنے ساتھ

رزموں

بزموں

رنگ رلیوں

میں

وحشی لوگوں کے وحشت خانوں میں

جہاں وہ اپنے نٹ کھٹ بچے لیکر

ناچتے گاتے ہیں

میں ان بچوں کو پیار کر کے چمٹی لیکر

P.T.O

واپس نیند کی آغوش میں بیٹھ جاتی ہوں

نیند اپنے ساتھ لیکر

بستر پر لٹاتی ہے

جاگتی ہوں

آنکھ کھولتی ہوں

وہی

ڈسنے والی تنہائی!!

نظم

(بے قراری)

بے قراری ہی بے بے قراری ہے
کشتی گرداب میں ہے
کشتی تیرتی کیا ہے
ڈگ مگاتی ہے
(بے یار و مددگار
شداد کا بچہ
نوح کے طوفان میں)
ٹھہرنا چاہتی ہے
لنگر ڈالنا چاہتی ہے
کیا کوئی گرداب کے بھنوروں میں
لنگر ڈال سکتا ہے

نظم

اِدھر

دھنادھن خوشیاں بج رہی ہیں

بہو، پوتی

دعوت سے آئیں

نیم وادر پہ جلوہ دکھائیں

ایک کا

جھِل مل کرتا ہوا ملبوس

دوجی کا

چھن چھن کرتا ہوا تاروں کا سوٹ

اُدھر

چولے میں

گیلی لکڑی سلگ رہی ہے

اور آہیں اُبل رہی ہیں

نظم

منّدر، مسجد

مدرسہ، مکتب

یک طرف چھوڑ کر

میں سیدھے ماتم کدہ جاؤں گی

جہاں ذاکر صاحب

ہزاروں دُھن اور لئے لیکر میرا منتظر ہے

میں اُن دھنوں اور لہروں میں کھو کر

اس دنیا کو بھول جاؤں گی

جہاں لوگ مجھ سے جی چراتے ہیں

(جیسے میں کوئی مہیب بلا ہوں)

نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

اور مضرابوں سے کھنکھارتے ہیں

نظم

(نئ مخلوق)

مجرم
مقفل
اپنے ہی گھر میں
بات چیت
نہ پوچھ تاچھ

....

مضمحل
مصطر
اپنے ہی گھر کے چوکھٹ پر
گھر چاہتا ہے دو چار چھڑیاں چھانٹ کر
کہیں اور بھگا دے

....

دمنوں رمنوں میں

آوارہ گھوم کر

اپنی ہی کلنی کشتی پر آنا

جہاں

ہوا سرد ہے

تہ بہ تہ گرد ہے

نظم

آنکھ

کہاں

جو دریا بہائے

دل

کہاں

جو ڈُم ڈُم بجا کر آسمان سر پر اٹھائے

آنکھ دکھتی ہے

کان کنک ہے

زبان گنگ ہے

دل پر سنگ ہے

نظم

مجھ

ناچیز کے سامنے

چیزوں کا ڈھیر

کمبل، کپڑے

کیسٹ، کتابیں

موزے دوائیاں

چیزوں کے ڈھیر میں مرنے سے پہلے مر جاؤں گی

مرنے کے بعد

مجھے کوڑا کرکٹ جان کر کہیں دور

پھینکا جائیگا

چیزوں کا ڈھیر

نظم

(زیسّت من، مرقدِ من)

بڑا احمق ہے جائے امن کا متلاشی

کس کے پاس

کس کے دل میں ہمدردی ہے، لب پر پیار کے

دو چار بول

(جھوٹے ہی سہی)

گھر کھو گیا

کھو گیا میری بلا سے

وہاں بھی

افعی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر

کنڈلیاں پسار پسار کر

مجھے ڈسنے کو آتے ہیں

کاش!

وہ زمرد زدہ ہوتے

مجھ آزردہ کی رہائی ہوتی

کاش!

تین مختصر نظمیں

۱۔ پت جھڑ کی رات

بکھرے بکھری پات

کس کو پڑی ہے

گئی رات

ڈھونے لگے پات

۲۔ لمحۂ گریزاں

آبلۂ پا

کیا کیا ہوں

اس دنیا میں

کون ہے میرے ساتھ

سوائے اک سانس کے

وہ بھی اکھڑا سا

۳۔ اس دنیا کے بازار میں

یہ انسان انمول

بکتا ہے

کوڑیوں کے مول

اس حَیران شہر کے ویران گاہ میں

اک دِل آزردہؑ

ڈاواں ڈول

آوارہ وار گھومتا ہے

لیکے اشکوں سے بھرا کشکول

نظم

ماری مصیبت کی

در در پھر آئی ہے

کاٹ کتوں کی کھا کر

دھتکار کے بھونڈے برتن میں

تھوڑی سی بھیک لائی ہے

نظم

اک ننھی سی گڑھیا میں جان آئی

جھٹ سے بولی

یہ مائی ہے

یہ دادی ہے

گھر کی رانی ہے

مت چھیڑو اسکو

جانی پہچانی سی ہے

گھر میں پرجائی سی ہے

نظم

ماں!

میری ہمدم، میری غم خوار

آ و ذرا اک بار

پونچھ لے میری آنکھیں اشکبار

....

دار الفنا میں

تیری خدمت گذاری میں

میں نے کوئی کسر نہ چھوڑی

....

تیری آفیت کی خاطر

اپنی جان نثاری میں

ذرا بھی نہ جھکی

....

دار المدام

کی راہ لی

میرے لئے

کیا چھوڑی

ایک بوسیدہ جھولی

ایک اشک بھرا کشکول

خیرات کیلیے

جھولی پھیلائی

توٹالی گئی

اشکوں بھرا کشکول

دوچار ہوا

تو یہ کہکر

(روئی موئی صورت کو

کون دیگا بھیک)

ٹھکرایا گیا

اب میں اور میرا دلِ غم زدہ

''اے غم دل کیا کروں، اے وحشتہ دل کیا کروں''

نظم

شورش سر میں
کیا کیا نہ کرنا چاہتی ہوں
بم پھٹانا چاہتی ہوں
ہر سو
کاروں، باروں پر
اپنے اوپر
تا پرزے پرزے ہو کر
فضاؤں میں اُڑ جاؤں
اور اپنی رودادِ غم سُناؤں
دنیا کو نہیں
(وہ تو اپنی بھیڑ میں کھوئی ہے)
بلکہ حیران تکتے تاروں کو
تنہائی میں گم سم چاند کو
آوارہ ہواؤں کو
جو مرّوت کی مغرور زنجیروں کو
ہلانے میں محو ہیں -